قسط دوم

دو ہفتہ دورۂ روس کی رُوئدادِ سفر

از
مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی

(۲)

لینن گراڈ جیسے تاریخی شہر کے حالات اور خصوصیات کا بیان خط میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے اب تک ایسا نفیس خوبصورت اور باضابطہ شہر نہیں دیکھا تھا۔ لینن گراڈ میں ایک ہی مسجد ہے، مگر عالی شان ہے۔ اس کی تعمیر سلطان ترکی نے کرائی تھی۔ ایک وقت کی نماز یہاں بھی پڑھی اور چند جملے بھی کہے۔ امام جامع مسجد مولانا عبدالباری صاحب جو ایک زندہ دل اور شگفتہ مزاج عالم دین ہیں۔ ہم نے ظہر کی نماز کے بعد کھانا انہی کے یہاں کھایا ان کی اہلیہ، لڑکیاں سب یورپین لباس میں تھیں سب نے مل کر ہماری خوب خوب مدارات کی۔ ان کی ایک لڑکی دوشنبہ یونیورسٹی میں عربی کی لکچرر ہے۔ ان دنوں چھٹیوں میں گھر آئی ہوئی تھی۔ اس سے عربی میں مکمل کر باتیں ہوئیں۔ میرے ساتھ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" کے تین نسخے تھے۔ ایک نسخہ مفتی صاحب کو اور دوسرا مولانا سید عبداللہ جان قاضی دوشنبہ کو دے چکا تھا۔ تیسرا یہاں مولانا عبدالباری کو دے دیا، ایک نسخہ اور ہوتا تو ماسکو کی مسجد کے امام صاحب مولانا احمد جان صاحب کو دیتا۔ مولانا وسیع النظر عالم ہیں، تقریر بھی خوب کرتے ہیں۔

لینن گراڈ کی خصوصیات کا خلاصہ کن لفظوں میں آپ کے سامنے رکھوں۔ اشارہ ہی کر دوں ترکی چیزوں کی طرف۔ ہمارے میزبانوں نے پروگرام خوب سوچ سمجھ کر ایسا بنایا ہے کہ ہم

سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اہم چیزیں دیکھی جاسکیں۔

یہ شہر "سویٹ یونین" کا قدیم دار السلطنت ہے اور بانیٔ انقلاب لینن کی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز، چنانچہ بازاروں میں گھومنے کے بجائے ہم نے بہت سا وقت تاریخی مقامات دیکھنے پر ہی صرف کیا۔ سب سے پہلے زارِ روس کا سرد یوں کا محل دیکھنے گئے۔ ان دنوں یہ محل ایک عجائب خانہ کی شکل میں ہے۔ حکومت نے اس بے مثال اور لاجواب محل کی ایک ایک چیز کو تاریخی اہمیت اور درسِ عبرت کے طور پر محفوظ کر دیا ہے۔ قصر کے سیکڑوں کمروں اور لق ودق ہالوں میں زاروں کی عیش کوشیوں کا کروڑوں بلکہ شاید اربوں روپے کا سامان لگا ہوا ہے اور دیکھنے والوں کو عیش پرستی کے انجامِ بد کی خبر دے رہا ہے۔ ایک مہذب خاتون نے ہمیں اس عجائب خانے کی تمام قابلِ دید چیزیں دکھائیں۔ میں نے تو ہر چیز عبرت ہی کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کی۔ یہ کروڑوں روپیہ جو قیصروں کے اندھے تعیش اور بہری ہوس پرستی پر خرچ ہوتا تھا اب عوام کی زندگی اور خوشحالی کی ضرورتوں پر صرف ہو رہا ہے اور یہ بات ایسی نہیں جس کو اوپری کانوں سے صرف سن لیا جائے بے شبہ یہ سبق لینے کی بات ہے۔ اس مرحلے پر محل کی کسی ایک چیز کا ذکر بھی شاید ٹھیک نہیں کہ ایک چیز کے ذکر سے دوسری چیزوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ امید ہے آپ کو بھی یہاں جلد آنے کا موقع ملے گا اس وقت آپ ہر چیز کا برأی العین مشاہدہ کر لیجئے گا۔ میں تو خیال کرتا ہوں آپ محل کی کسی ایک ہی منزل اور اس کے ساز و سامان کی زنگارنگی کو دیکھ کر حیران رہ جائینگے رفیقِ سفر امام سید عبداللہ صاحب کو جواہرات کی کچھ پہچان ہے۔ ہم لوگ خاص اجازت کے بعد موتیوں، ہیروں، زیورات اور جواہرات کے کمروں میں پہنچے تو امام صاحب انگشت بدندان ہو کر حساب جوڑنے لگے، کہتے تھے یہ زیور اور جواہر کروڑوں روپے سے کم کے نہیں ہیں۔

قصرِ شتائی کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نے "کنیسہ اسحاق" دیکھا۔ یہ کنیسہ زار نکولس نے تعمیر کرایا تھا۔ دیکھنے کے لائق عمارت ہے اور یوں بھی مقدس ترین کنیسہ سمجھا جاتا ہے جس [illegible] اپنی تمام وسعتوں، رعنائیوں اور جلالیوں کے ساتھ بستی ہے اور اکثر [illegible]

اسی کے کنارے پر ہیں۔ میں نے لینن گراڈ میں ایک شخص کو بھی فٹ پاتھ سے علیحدہ ہو کر چلتے نہیں دیکھا، کسی کو راستے میں کھاتا ہوا اور تھوکتا ہوا بھی نہیں دیکھا۔ شہر کی سڑکیں نہایت صاف ستھری اور عمارتیں بہت ہی باقاعدہ بنی ہوئی ہیں۔ جن میں فنِ تعمیر کا کمال اور خوبصورتی پوری طرح جلوہ گر ہے "نیفا" اور اس کی شاخوں نے شہر کے حُسن کو اور بھی نکھار دیا ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے گذشتہ جنگِ عظیم کے آخری دنوں میں اس شہر کے باشندوں کی مدافعت نے تاریخی اہمیت حاصل کر لی تھی۔ اور جرمنی کے حملہ کے بعد چرچل کی پہلی پبلک تقریر ہوئی تھی اس میں لینن گراڈ کے اس ڈیفنس اور اس کے باشندوں کے عزم و حوصلہ کا خاص طور پر ذکر کیا تھا۔ اس لئے اُس خاص مقام کو دیکھنے کا یوں بھی اشتیاق تھا۔ جہاں اشتراکی فوجیں فولاد کی دیوار بن کر کھڑی ہوگئی تھیں اور انہوں نے جرمن فوجوں کو اس جگہ سے ایک اِنچ بھی آگے نہیں بڑھنے دیا تھا۔ یہ مقام شہر کے بالکل قریب چند کیلو میٹر کے فاصلے پر ہے یہاں پتھر کا ایک ستون کھڑا ہے جس میں جدید دنیا کی تاریخ کے اس سب سے بڑے ڈیفنس اور دفاع کی ضروری تفصیل مندرج ہے ہم لوگ دیر تک اِس جگہ بیٹھے رہے اور شیخ محمد یوسف جو "ادارۂ دینیہ تاشقند" کے خاص کارکن اور "جامعۂ ازہر" کے فاضل ہیں۔ مجھے ہٹلر کی فوجوں کے محاصرے اور اشتراکی فوجوں کی قوتِ صبر و برداشت کے واقعات سناتے رہے۔ شیخ موصوف پورے سفر میں آخر تک ہمارے ساتھ رہے۔ ان سے عربی میں ہر طرح کی باتیں ہوتی تھیں۔ اگر یہ ساتھ نہ ہوتے تو سفر کا لطف پھیکا ہو جاتا۔ ازبکی اُن کی مادری زبان ہے اور رُوسی تقریباً مادری، عربی بھی بے تکلف اور روانی سے بولتے ہیں۔ بقدرِ ضرورت فارسی بھی جانتے ہیں۔ اشتراکی فوجوں کی سرفروشی، صبر و استقلال اور شجاعت و بسالت کے حالات سن کر قلب میں ایک خاص طرح کی خلش اور چبھن پیدا ہوتی تھی اور رہ رہ کر خیال آتا تھا۔ کاش وطن کی آبرو اور آزادی کی حفاظت کا یہ جذبۂ بے پناہ خدا اور آخرت پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں بھی اپنے مذہب و ایمان کی عزت بچانے کے لئے اس سے بڑھ کر نہیں تو اتنا ہی ہوتا۔ لینن گراڈ تقریباً تین سال تک ہٹلر کی فوجوں کے محاصرے میں رہا۔ اس طویل مدت میں شہر کی عام آبادی جن مصائب و آلام کا شکار ہوئی

اُس کا بیان لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔ دن میں کئی کئی بار بمباریاں ہوتی تھیں اور پورا شہر جہنم کا نمونہ بن جاتا تھا۔ مگر جیسے ہی ہوائی حملہ رُکتا ہر شخص اپنے کام پر لگ جاتا۔ کارخانوں میں کام ہونے لگتا، دفاتر کھل جاتے، سڑکیں صاف ہونے لگتیں، اور مردوں سے زیادہ عورتیں یہ خدمت انجام دیتیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ تین سال کی طویل مدّت کے محاصرے اور ہوائی حملوں کے نتیجے میں کم سے کم تین لاکھ انسانوں کی جانیں گئیں۔ اِن میں ایک بھاری تعداد اُن کی تھی جن کی موت مسلسل فاقوں کی وجہ سے ہوئی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر عوام کے حوصلے پست نہیں ہوئے اور وہ انتہائی بے جگری سے ان مصیبتوں کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ "نہر نیفا" اُن کی زندگی کا پیغام اس عنوان سے لائی کہ تیسرے سال کی سردیوں کی شدّت میں اُس کا پانی معمول سے زیادہ جم گیا۔ اور اشتراکی فوجوں کے ایک قلیل حصّے نے برف کی اس سڑک کے ذریعے ماسکو سے رابطہ قائم کر لیا۔ اس جمے ہوئے پانی پر بھی جرمن بمباروں نے بے تحاشا بمباری کی اور برف کی چٹانیں پگھل پگھل کر بہنے لگیں۔ اور اس طرح اشتراکی فوجوں کا بہت کچھ جانی نقصان بھی ہوا مگر ماسکو سے فوج کے جس حصّے کا تعلق قائم ہو چکا تھا جرمن فوجیں اُس کو توڑ نہیں سکیں۔

لینن گراڈ کے محاذ پر نازی اور سُرخ فوجوں کے تاریخی مقابلے اور قوت آزمائی کی تفصیل سنہ ۴۳-۱۹۴۲ء کے ہندوستانی اخباروں میں بھی موجود ہے۔ خط میں اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ یہ مقام دیکھ کر قیام گاہ "یورپ ہوٹل" واپس آیا تو بہت دیر تک دماغ میں ان واقعات وحالات کا تصور چھایا رہا اور بار بار یہی خیال ہوا کہ ہمت، ارادے کی پختگی، موت سے بے خوفی، ڈسپلن اور اعلیٰ تربیت کے سامنے عسکری طاقت کی ہولناکی اور قہرمانی کس طرح بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہے۔

اس ہوٹل میں آزادی سے پہلے کے ایک انگریز گورنر سے اتفاقی طور پر ملاقات ہو گئی۔ ان کا نام اِمام صاحب کی کاپی میں لکھا ہوا ہے مجھے اس وقت یاد نہیں رہا۔ گورنر صاحب نے ہمیں دیکھا تو بڑے تپاک سے ملے اور اچھی خاصی اردو میں باتیں کیں۔ کہتے تھے میں صوبہ سرحد میں گورنر رہا ہوں۔ تقسیم کے وقت حکومت ہند کا ڈیفنس سکریٹری تھا اور سکندر مرزا میرے نیچے کام کرتے تھے۔ انگریز

تقسیم ہند کے نتائج اور خاص طور پر اس وقت دہلی کے پُرانے قلعے میں مسلمانوں کی جو حالت تھی اُس پر دیر تک باتیں کرتا رہا۔ خیال تھا اس سے دوبارہ اطمینان سے ملیں گے مگر نوبت نہ آئی۔ انگریز گورنر کو اس بے تکلفی اور سادگی میں دیکھ کر زمانے کے انقلاب کی تصویر آنکھوں میں گھومنے لگی۔ دوسرے روز ہم وقت کے پہلے حصّے میں شہر کے سب سے زیادہ اثر انگیز اور سبق آموز مقام پر گئے یہاں جگہ خاص شہر سے چند کیلومیٹر پر ہے۔ اس کا نام PISKAROVSKY یعنی مقبرۃ الشہدار ہے۔ یہ وطن کے اُن تین لاکھ سپوتوں کا مدفن ہے جنہوں نے وطن کی حفاظت پر جانِ عزیز قربان کردی اور اپنی زندگی کو اہلِ وطن کے لئے نمونہ بنا گئے۔ جیسے ہی ہم کاروں سے اترے عجائب خانے کے کارکن مصافحے کے لئے آگے بڑھے۔ اور پہلے ہمیں میوزیم میں لے گئے۔ یہ میوزیم بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ اس میں لینن گراڈ کے دفاع اور اشتراکی فوجوں کے کارناموں کو بڑے سلیقہ سے دکھایا گیا ہے۔ ہم لوگ دیر تک میوزیم کے ایک ایک نقشے اور ایک ایک تصویر کو غور سے دیکھتے رہے۔ بہرحال اس ساز و سامان کو دیکھ کر جنگ کے دنوں کے لینن گراڈ اور اس کے باشندوں کے حوصلوں اور ناقابلِ شکست عزم کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ کسی وقت عسکری طاقت کم بھی ہو تو اس کمزوری کی تلافی ملک کے عام رہنے والے کس طرح کر سکتے ہیں۔

میوزیم کی سیر کے بعد ہم قبروں کے چبوتروں کے قریب سے گزرے۔ قبروں کے ان چبوتروں کو بہترین سبزہ زاروں کی شکل دے دی گئی ہے۔ بیچ کا راستہ گلاب کے اعلیٰ درجے کے سُرخ پھولوں سے لدا ہوا ہے۔ چبوتروں کی روش پر اُترنے سے پہلے سیڑھیوں کے قریب زمین کے نیچے کی سطح پر آگ روشن ہے یہ آگ کسی وقت نہیں بجھتی۔ اس کو گیس سے روشن رکھا جاتا ہے اور کہ مرنے والوں کو دیکھ کر دماغ ایک خاص طرح کا اثر لیتا ہے۔ چبوتروں اور بڑی بڑی روشوں سے گزر

ل ان نقشوں اور تصویروں کی ترتیب میں پروپیگنڈے کی ٹیکنگ کو بھی بڑی قابلیت سے استعمال کیا گیا ہے۔

ہم لوگ ایک پُرہیبت مجسّمے کے قریب پہنچے۔ یہ مادرِ وطن کا مجسمہ ہے جس کے آس پاس کی دیواروں پر مختلف تحریریں ہیں۔ ان کتبوں کا ترجمہ مجھے شیخ محمد یوسف نے سُنایا۔ مادرِ وطن نے وطن کی عزت پر قربان ہونے والے اپنے بچوں کے جانبازانہ کارناموں کو بڑے ہی رقت انگیز پیرایہ میں سراہا ہے۔ ان تحریروں کو پڑھ کر فرزندانِ رُوس کے حوصلے بڑھنے ہی چاہییں۔

سہ پہر کو ایک دوسرا بڑا عجائب خانہ دیکھا جو لینن کے عجائب خانہ کے نام سے مشہور ہے اس کو دیکھ کر لینن کی شخصیت کی تمام خانگی، انفرادی اور اجتماعی گوشے سامنے آجاتے ہیں۔

تیسرے دن صبح کو زار کا گرمیوں کا محل دیکھنے گئے۔ یہ محل شہر سے ۳۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ محل ایک نہایت پُرفضا اور طویل وعریض باغ میں ہے۔ خلیج بالٹک کے کنارے پر قصر کے محلِ وقوع کے حُسن کی باریکیاں آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ نوکِ قلم ان لطافتوں اور باریکیوں کو تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ یہاں بھی ایک خاتون گائڈ نے ہمیں باغ اور محل کے ضروری حصّوں کی سیر کرائی اور ہر چیز کی مختصر تاریخ بھی بتائی گئی۔ شیخ محمد یوسف مجھے سب باتیں عربی میں سمجھاتے رہے۔ یہ محل تین سال تک جرمن فوجوں کے قبضہ و تصرف میں رہا تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہ جب یہ فوجیں واپس ہوئیں تو محل کے بڑے حصّے کو برباد کر گئیں۔ سوویت یونین کے کارفرماؤں نے ان تمام برباد شدہ عمارتوں اور اشیاء کو ٹھیک ٹھیک پہلے نمونے پر بنوا دیا۔ اور یہ کام کچھ اس انداز سے کیا گیا کہ نقشِ اول اور نقشِ ثانی میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ وقت کی قلّت اور مقام کی وُسعت کی وجہ سے ہم اس باغ اور محل کے تمام حصّوں کو نہیں دیکھ سکے۔ پھر بھی بہت کچھ دیکھا اور خوب دیکھا۔ اس محل کی تاریخ سے متعلق ایک کتاب بھی خریدی ہے مگر وہ روسی زبان میں ہے معلوم ہوا ہے کہ انصاری صاحب اب اس ملک سے ہندوستان واپس ہو گئے ہیں۔ کبھی بوقتِ فرصت اُن سے یہ کتاب اور دوسری ضروری کتابیں پڑھوائی جائیں گی۔ انصاری صاحب ہمارے ساتھ ہوتے تو بہت اچھے

ترجمان کا کام دیتے ۔ دوسری خصوصیتوں کے علاوہ اس محل کی سب سے بڑی خصوصیت اس کے عجیب و غریب بلکہ ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والے فوارے ہیں۔ ان سنہرے اور نفیس فواروں کی تعداد ایک سو پچاس کے قریب ہوگی۔ ہر فوارے کی عجوبگی دیکھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔ آج ہم خوب تھک گئے ہیں اور بہت دیر تک آرام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر نظام الاوقات کے جرس کی فریاد یہی ہے کہ "بربندید محملہا" چنانچہ ہم نے اس جرس کی فریاد سنی اور تھوڑا سا آرام کرکے زمین دوز ریلیں دیکھنے چلے گئے۔ فولاد کے برقی زینوں سے پھسل کر ایک زمین دوز اسٹیشن پر پہنچے اور کئی میل کی سیر کی۔ متعدد اسٹیشنوں پر بھی اترے ہر اسٹیشن اپنے رنگ میں دیدہ زیب، اعلیٰ اور شاندار ہے۔ عمارتوں کے نقش و نگار میں لینن کی شخصیت اور اشتراکی پروپیگنڈے کی بھی خوب خوب نمائش کی گئی ہے۔ لینن گراڈ میں کم سے کم تیس زمین دوز اسٹیشن ہیں۔ ہر منٹ یا دوسرے منٹ پر ٹرین آتی ہے۔ ٹرین کے ڈبے نہایت سبک اور خوبصورت ہیں۔ ریل کی یہ تفریح خاصی دلچسپ رہی۔ اس لئے بھی کہ اس کو دیکھنے کا پہلا موقع تھا۔

تین روز تک لینن گراڈ کی سیر و سیاحت کے بعد رات کے دس بجے کی ٹرین سے ماسکو کے لئے روانہ ہوگئے۔ ہمارے پروگرام میں ریل کا سفر ایک یہی تھا ورنہ ہر جگہ ہوائی جہاز سے آئے گئے۔ ریل کے سفر کا پروگرام اس لئے رکھا گیا تھا کہ سوویٹ یونین میں ریلوں کے سفر کی نوعیت کا مشاہدہ ہوسکے ؎

؎ ہم نے یہ سفر میل ٹرین میں کیا۔ ٹرین کی سبک گامی اور تیز رفتاری کا کیا کہنا۔ گیلری میں اچھی قسم کے قالین بچھے ہوئے تھے۔ برتھ بھی آرام دہ تھی۔ اعلیٰ قسم کا لگا لگایا بستر بہترین نرم و گرم کمبل اور دوسرا ساز و سامانِ استراحت ۔ ہر دو آدمیوں کے ایک کیبن میں ریڈیو بھی فٹ تھا۔ اسباب سیٹوں کے نیچے نہیں بلکہ بڑے سلیقہ سے سامنے کی ایک کوٹھی میں رکھا جاتا ہے یہ کوٹھی کیبن کی چھت ...

جیسا کہ لکھ چکا ہوں لینن گراڈ اور ماسکو کا فاصلہ آٹھ سو کیلو میٹر کے قریب ہے۔ ہم رات کے دس بجے ٹرین پر سوار ہوئے اور صبح سات بجے ماسکو پہنچ گئے ہیں۔ ماسکو کا ایک اسٹیشن لینن گراڈ ہے۔ ہم اسی اسٹیشن پر اترے اور قریب ہی کے ایک ہوٹل میں کہ اس کا نام بھی لینن گراڈ ہوٹل ہے قیام کیا۔ اس ہوٹل کی اکیس منزلیں ہیں اور یہ ماسکو کے بڑے ہوٹلوں میں ایک ہے۔ ہماری قیام گاہ خاص طور پر وسیع اور نفیس ہے۔ اس میں چار بہترین فرنشڈ کمرے ہیں۔ جن میں اعلیٰ درجے کے قالین بچھے ہوئے ہیں۔ صوفے بھی اعلیٰ قسم کے ہیں۔ پیانو، ریڈیو، ٹیلی ویژن سب ہی چیزیں لگی ہوئی ہیں۔ ماسکو کی سیر کی تفصیل اب اس خط میں نہیں آسکے گی۔ خط طویل ہوگیا ہے اور اس شہر کی خصوصیتوں کا مطالبہ ہے کہ ان پر اطمینان سے لکھا جائے۔ اس وقت صرف چند چیزوں اور مقامات کی نشان دہی کرتا ہوں۔

شہر کی آبادی کم سے کم ساٹھ لاکھ ہے۔ ماسکو لینن گراڈ سے ایک تہائی زیادہ بڑا ہوگا۔ لینن گراڈ کی آبادی چالیس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے وقت صرف دس لاکھ تھی۔ جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ ہوائی حملوں اور فاقوں سے شہر کی ایک تہائی آبادی ختم ہوگئی تھی۔ میری رائے میں لینن گراڈ کے رہنے والوں نے ملک کیلئے بے مثال قربانی دی ہے۔ ماسکو پہنچکر سب سے پہلے نمائش کی سیر کو نکلے۔ یہ نمائش وقتی نہیں دائمی اور مستقل ہے۔ اور اس میں سوویٹ یونین کی تمام ریاستوں کی مصنوعات بڑے اہتمام اور شان سے سجائی گئی ہیں۔ ہر ایک ریاست کا جدا اسٹال ہے۔ نمائش کی وسعت کا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔ ہم لوگ خاص اجازت سے موٹروں میں گھومے اور کئی گھنٹے تک گھومے۔ پھر بھی اس کا ایک حصہ ہی دیکھ سکے۔ ہندوستان کی تاریخی نمائش ہمارے

سکو پہونچنے سے چار روز پہلے ختم ہو گئی تھی. اس لئے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا. اس نمائش
تقریب سے بہت سے ہم وطنوں سے ملاقات ہوئی. ہندوستانی نمائش کی یہاں خوب شہرت ہے
مصنوعاتِ ہند کو روسیوں نے بہت پسند کیا ہے۔

ہم ۲۸ راگست کی صبح کو یہاں پہنچے تھے، ۲۸ ر کو نمائش دیکھی اور ۲۹ ر کو "ادارۃ الصداقۃ"
ے۔ دوسرے ملکوں کے عوام و خواص سے دوستانہ روابط مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے یہ ایک
م اور مشہور ادارہ ہے، اس کی شاخیں تمام ریاستوں میں پھیلی ہوئی ہیں. تاشقند، سمرقند اور
شنبہ میں بھی ان اداروں میں جانا ہوا تھا. ماسکو کا "ادارہ الصداقۃ" شہر کی بہت ہی نفیس
ر عالی شان عمارت میں ہے، ہمارے صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن جب "سوویت یونین"
یں ہندوستان کے سفیر تھے. اسی مکان میں رہتے تھے اور سفارت کا دفتر بھی یہیں تھا۔
ادارۃ الصداقۃ" میں ہمیں باضابطہ مدعو کیا گیا تھا اور بہت سے صحافی اور ارباب علم و ادب
سے ملاقات کے لئے یہاں آئے تھے، دونوں ملکوں کے تعلقات اور دوسرے سماجی اور
فتی مسائل پر یہاں بہت دیر تک بے تکلفانہ باتیں ہوتی رہیں۔ ایک نوجوان روسی نے
ن سے ایک دفعہ دہلی ہی میں ہماری ملاقات ہوئی تھی اردو زبان میں ہمارا استقبال کیا
ور ادارے کے بعض دوسرے عہدیداروں نے روسی میں — میں نے اردو میں ان تقریروں کا
جواب دیا. اور اسی نوجوان نے میری تقریروں کا روسی میں ترجمہ کر دیا. یہ پر لطف
جتماع کافی دیر تک رہا — شام کو ہم نے یہاں بھی میٹرو (زمین دوز ریلوں) کی سیر
، کہتے ہیں ماسکو جیسی زمین دوز ریلیں ساری دنیا میں نہیں ہیں. ان ریلوں کے کم و بیش
ستے اسٹیشن ہیں اور ہر اسٹیشن پر رونق ہے. ۳۰ ر کو ہم ماسکو یونیورسٹی دیکھنے گئے، اس
یونیورسٹی کی شہرت پہلے بھی سنی تھی. اب دیکھنے کا موقع مل گیا. یونیورسٹی کی وسیع اور
نگین عمارت ایک پہاڑی پر ہے اس وجہ سے اس کی خوبصورتی اور دلربائی میں اور
یا اضافہ ہو گیا ہے، ماسکو یونیورسٹی کا شمار دنیا کی مشہور ترین یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے

اس کی ایک ایک چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، ہم نے یہاں کئی گھنٹے صرف کئے مگر یونیورسٹی کا دسواں حصہ بھی نہ دیکھ سکے۔ اندازہ یہ ہوا کہ اس کے تمام شعبوں کو سرسری طور پر بھی دیکھنے کے لئے کم سے کم ایک ہفتہ کی ضرورت ہے۔ ہم نے چند گھنٹوں میں یہاں جو کچھ دیکھا اُس کے بیان کے لئے بھی ایک دفتر چاہیئے۔ یونیورسٹی کا میوزیم بھی کئی منزلوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اس میں عجیب عجیب چیزیں دیکھیں۔ شہاب ثاقب کا اکتالیس کیلو وزن کا ایک ٹکڑا بھی دیکھا۔ یونیورسٹی کی عمارت اپنے محل و توع کے اعتبار سے بھی دل آویز ہے۔ وسیع و عریض سبزہ زاروں اور فصیلوں کے سامنے نہر ماسکو بہہ رہی ہے۔ اور یہاں سے پورا شہر ایک کٹورے کی شکل میں نظر آتا ہے۔

لینن گراڈ کی طرح ماسکو میں بھی ایک مسجد ہے۔ مگر لینن گراڈ کی مسجد اس سے عالیشان ہے۔ آج جمعہ کی نماز ہم نے اسی مسجد میں پڑھی۔ مرد عورتیں ملاکر نمازیوں کی تعداد کئی ہزار تھی۔ نماز سے پہلے میری تقریر ہوئی جس کا روسی ترجمہ ایک اشتراکی نوجوان نے کیا۔ یہ نوجوان اردو سے زیادہ ہندی جانتا ہے۔ اس لئے اصرار کرتا رہا کہ ہلکی پھلکی زبان میں آہستہ آہستہ تقریر کیجئے۔ اس کا خیال رکھا گیا۔ خط میں تقریر کا خلاصہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ ایک طرف وہ ملک کی معاشی اور سماجی زندگی میں زیادہ سے زیادہ دخیل ہونے کی کوشش کریں اور دوسری طرف اپنے مذہبی عقائد پر مضبوطی سے جمے رہیں۔ بوڑھوں کا فرض ہے کہ نوجوانوں اور بچوں کو مذہب کی ضرورت اور عظمت سے روشناس کرائیں۔

جمعہ کی نماز میں نے ہی پڑھائی، نمازی قرات سے کافی متاثر تھے۔ نماز کے بعد امام مسجد مولانا احمد جان صاحب کے یہاں کھانا کھایا۔ کھانے میں بہت سے حضرات شریک تھے، یہ مجلس بھی دلچسپ رہی۔